*ڈاکٹر ہادی بخش چھجن
**ڈاکٹر شہزاد چنا

حُصول تعلیم کے اعتبار سے علوم دینیہ میں فرض عین اور فرض کفایہ کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of Fard–e– A’in and Fard Kifayyah in Religious Studies from the point of view of education

Abstract

Special emphasis has been laid in Islam, on acquiring religious edification, advancement, and dissemination of knowledge religious sciences. Acquiring of knowledge has been given the status of an obligation in Islam. This paper intends to identify and examin two overlapping concerns on religious sciences, i.e. the difference between mandatory and optional religious edification. First, it reviews the religious perspective of madatory discourses of the ‘ulama’ in acquiring religious education. Second, it examins the debates on this subject and sheds light on intellectual exchanges between religious scholars of the different schools of thought. Recommendations for are also the part of this paper.

Keywords: Islam, Religious Education, Quran, Knowledge

دین اسلام میں ترویج اور اشاعت علم پر خاص زور دیا گیا ہے، اور علم حاصل کرنے کو فرض[۱] کے برابر کا درجہ دیا گیا۔ اسلام میں قرآن پاک کا آغاز ہی اقرا[۲] پڑھنے سے کیا گیا ہے۔ قرآن پاک میں واضح طور فرمایا ہے کہ اہل علم اور عام لوگ آپس میں برابر نہیں ہوسکتے۔[۳] اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صرف علم ہی والے خشیت الٰہی سے مستفید ہوں گے۔[۴]

مذکورہ بالا علم کی اہمیت کے بدولت اسلام کے آغاز ہی میں علم پرور حضور اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر کفار کے قیدیوں کو فرمایا کہ جو شخص دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ جب کوئی قیدی مدینہ کے دس بچوں کو لکھنے پڑھنے میں اہل بنا دیتا اسے فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا جاتا۔[۵] آنحضرت ﷺ نے خود بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد علم بتلایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے: **إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا**[۶] (بیشک مجھے استاد بنا کر بھیج دیا گیا ہے)

اسی طرح قرآن میں آپ ﷺ کے لیے فرمایا گیا ہے: **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ**[۷] (درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر ﷺ اٹھایا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔)

آنحضرت ﷺ نے علم کو عام کرنے میں مدینہ کی ریاست میں اصحاب صفہ[8] کے نام سے ایک تعلیمی درسگاہ کی بنیاد رکھی یہی وہ ابتدائی درس گاہ ہے، جس کے پڑھنے والے صحابہ کرام (رضوان اللہ اجمعین) اقوام عالم کے امام بن گئے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء دین نے اشاعت علم کے سلسلہ میں مختلف انداز سے کام کیا۔ اہل علم نے عصر حاضر میں حُصول تعلیم کے اعتبار سے ایک علم کو دینی

* Assistant Professor, MUET, Khairpur Campus, Email:hadibukhsh@gmail.com
** Assistant Professor, Da'wah Academy, International Islamic University, Islamabad, Email: shahzad.channa@iiu.edu.pk

علوم کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ جبکہ دوسرے علم کو دنیوی علوم کے ساتھ خاص کیا ہے۔[9] ہمارا موضوع دنیوی علوم کے بجائے دینی علوم سے متعلق ہے۔ اہل علم نے دینی علوم کی مزید دو قسمیں بیان کی ہیں:

ایک فرض عین جبکہ دوسرا فرض کفایہ ہے۔[10]

اگر دینی علوم میں فرض عین اور فرض کفایہ کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو واضح طور پر نظر آئے گا کہ مدارس دینیہ میں فرض کفایہ اور فرض عین ادا ہو رہا ہے۔ لیکن عام تعلیمی اداروں میں دینی فرض عین کے بارے میں کوتاہی اور غفلت کا مظاہرہ نظر آتا ہے۔ اس لیے فرض عین کے مخاطب وہ افراد ہیں جو کہ دنیوی علوم سے مزین اور آراستہ ہیں۔ مگر دین کے بنیادی علم سے ناآشنا ہیں۔ اس کمی کی طرف توجہ کرانا مقصود ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت اس فرض سے کوسوں دور ہے۔ تعلیمی نظام میں مدارس دینیہ کے علاوہ افراد کو دیکھا جائے تو معاشرہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ معاشرے میں ترقی و تمدن اور زندگی کو پرسکون بنانے کے لیے جو بھی علوم ہیں وہ فرض کفایہ کے درجہ میں آتے ہیں۔ یعنی اگر بعض افراد ڈاکٹر بن رہے ہیں تو باقی افراد کی طرف سے یہ فریضہ ادا ہو رہا ہے۔ اسی طرح اگر کچھ افراد انجنیئرنگ کا علم حاصل کر رہے ہیں تو یہ بھی فرض کفایہ ہے۔ دوسرے افراد کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جائے گا۔ فرض کفایہ کے بعد ابھی دوسرا فرض عین ہے جو کہ ہر فرد پر انفرادی طور پر فرض ہے۔ دینی علوم میں عقائد صحیحہ، ارکان اسلام، بنیادی اخلاقیات وغیرہ کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ دنیوی علوم حاصل کرنے والے افراد اس دینی فرض عین کے فریضہ سے غافل اور بے خبر ہیں۔

لہٰذا اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ دنیوی علوم حاصل کرنے والے افراد میں یہ شعور اُجاگر کیا جائے کہ وہ فرض عین کی طرف توجہ دیں اور اس میں اگر کوتاہی کی جائے گی تو آخرت میں اس کا محاسبہ ہو گا۔ کیونکہ فرض عین کے ذریعے سے ہی ایک شخص جانے گا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کون سے ہیں؟ پھر انہیں کس طرح ادا کیا جائے؟ ظاہر سی بات ہے اگر ایک مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کو نہیں جانتا اور اس کی اہمیت سے بے خبر ہے تو پھر وہ عمل کیسے کر سکتا ہے؟ اس لیے ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ فرض عین کو معلوم کرے پھر اس کا علم حسب توفیق حاصل کرے تاکہ وہ فرض عین کا اہم فریضہ ادا کر سکے۔ اسی فرض عین کے بدولت وہ صحیح اسلام کے مطابق چلنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ یقیناً فرض عین کا ادا کرنے والا دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرے گا۔ کیونکہ قول و عمل سے قبل علم کا درجہ ہے۔ جیسے ایک آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے: فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" (پس اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے)۔

مفسرین بیان کرتے ہیں لا الہ الا اللہ کہنے سے پہلے اس کا علم، اس کا مفہوم جاننا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر لا الہ اللہ اللہ کا علم حاصل نہ ہو تو زبان سے اس کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اسلام کا اصل مقابلہ جاہلیت سے ہے: علم کو توحید سے پہلے اس لئے بیان کیا کہ دین سب سے زیادہ جاہلیت کے خلاف ہے اور دین کی ابتدا علم سے ہے۔ اسی لئے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے دور کو دور جاہلیت کہا جاتا ہے اور

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد کا دور علم، فہم، معرفت، تدبر، تفکر اور تذکر کا دور ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اقرار سے پہلے سمجھو کہ لا الہ الا اللہ کیا چیز ہے کیونکہ جس چیز کا علم حاصل ہوتا ہے، وہ ہمارے دل میں بیٹھ جاتی ہے۔[۱۲]

شریعت کی رو سے اگر بنیادی ترجیحات کو دیکھا جائے تو علم عمل پر مقدم نظر آتا ہے-اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کی کتاب العلم میں ایک باب کا عنوان رکھا ہے: بَابٌ الْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ۔[۱۳] (علم، قول و عمل سے پہلے ہے)۔

۱۔ فرض عین اور فرض کفایہ کی توضیح:

اولاً۔ فرض عین:

الف۔ حُصول علم دین کے فرض عین ہونے کا محمل طلب علم کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم فرض عین ہے، اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، مثلاً نماز ہر شخص پر فرض ہے تو نماز کے احکام اور مسائل کا سیکھنا ہر شخص پر فرض ہے، اسی طرح روزہ بھی ہر مسلمان پر فرض ہے تو اس کے مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر شخص پر فرض ہے اور جو شخص مالدار ہو اس پر زکوٰۃ کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے اور جو حج کے لیے روانہ ہو اس پر حج کے ارکان، فرائض، واجبات اور موانع کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو شخص نکاح کرے اس پر لازم ہے کہ وہ نکاح، طلاق اور حقوق زوجین کے جملہ مسائل کا پہلے علم حاصل کرے۔[۱۴]

ب۔ فرض عین: ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ اسلام کے عقائد صحیحہ کا علم حاصل کرے اور طہارت نجاست کے احکام سیکھے، نماز روزہ اور تمام عبادات جو شریعت نے فرض وواجب قرار دی ہیں ان کا علم حاصل کرے، جن چیزوں کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہے ان کا علم حاصل کرے، جس شخص کے پاس بقدر نصاب مال ہو اس پر فرض ہے کہ زکوٰۃ کے مسائل واحکام معلوم کرے، جن کو حج پر قدرت ہے اس کیلئے فرض عین ہے کہ حج کے احکام ومسائل معلوم کرے، جس کو بیع وشراء کرنا پڑے یا تجارت وصنعت یا مزدوری واجرت کے کام کرنے پڑیں اس پر فرض عین ہے کہ بیع واجارہ وغیرہ کے مسائل واحکام سیکھے، جب نکاح کرے تو نکاح کے احکام ومسائل اور طلاق کے احکام ومسائل معلوم کرے، غرض جو کام شریعت نے ہر انسان کے ذمہ فرض وواجب کئے ہیں ان کے احکام ومسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔[۱۵]

ج۔ فقہ کا کچھ حصہ تو فرض عین ہے کچھ فرض کفایہ۔ صحیح عقائد اور ضروری اعمال جیسے طہارت' نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور تمام فرائض کا علم فرض عین ہے۔ عبادات کے علاوہ وہ معاملات جو سامنے آتے رہتے ہیں اور جن سے واسطہ پڑتا رہتا ہے' ان کو جاننا بھی فرض عین ہے مثلاً تاجروں کیلئے بیع صحیح' بیع فاسد' سود وغیرہ کے احکام جاننا لازم ہے۔[۱۶]

د۔ اسلامی تعلیمات کے بہ موجب تعلیم کا ایک درجہ فرض عین کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ درجہ ہے جس کے ذریعے ایک مسلمان کا عقیدہ، عادت اور زندگی کی دوسری ناگزیری سرگرمیاں منظم ہوتی ہیں یہ وہ ضروری اور ناگزیر درجہ ہے، جس سے مفر ممکن نہیں۔[۱۷]

حصول تعلیم کے اعتبار سے دینی علم کی پہلی قسم فرض عین ہے- جیسے نماز کے متعلقہ مسائل کا سیکھنا فرض عین ہے۔ اگر ایک مسلمان نماز کے مسائل کا علم نہیں رکھتا تو وہ گناہ گار ہے۔ گویا کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے کہ سب سے پہلے عقائد صحیحہ کا علم حاصل کرے۔ پھر اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ کون سے عقائد ہیں؟ اور ان کی تفصیل قرآن وحدیث میں کیا ہے؟ اور اہل علم کا متفقہ موقف کون سا ہے؟ اس پر مستزاد یہ کہ روزمرہ کے مسائل جیسے طہارت، نجاست کے احکام، نماز، روزہ، اور تمام عبادات جو کہ شریعت نے فرض، واجب، حرام، مستحب اور مکروہ قرار دیا ہے۔ اس کا علم حاصل کرنا ایک مسلم کے لیے لازم ہے۔ اس کے علاوہ بعض مسائل ایسے

ہیں جب ان پر قدرت یا ادا کرنے کی صلاحیت ہو جائے تو ان فرائض کا سیکھنا اس وقت فرض دہو جاتا ہے جیسے حج کے وقت حاجی کے لیے حج کے احکام و مسائل کا سیکھنا لازم ہیں۔ اسی طرح ایک تاجر کے لیے لازم ہے کہ وہ اسلامی احکام کا علم حاصل کرے جو کہ خرید و فرخت کے وقت مسائل سے سابقہ ہوتا ہے۔

ثانیاً۔فرض کفایہ:

الف۔ یہ آیت ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾[18] (اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے، مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبر دار کرتے تا کہ وہ ﴿غیر مسلمانہ روش سے﴾ پرہیز کرتے۔) طلب علم کے وجوب میں اصل ہے اور یہ کہ کتاب اور سنت کا علم اور اس کی فقہ (سمجھ) حاصل کرنا فرض ہے اور یہ فرض عین نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر یہ واجب نہیں کیا کہ وہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کریں بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر یہ فرض کیا ہے اس لیے یہ فرض کفایہ ہے۔[19]

ب۔ فرض کفایہ کی حقیقت بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو کام شخصی نہیں اجتماعی ہیں اور سب مسلمانوں پر ان کے پورا کرنے کی ذمہ داری ہے ان کو شریعت میں فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے، تاکہ تقسیم کار کے اصول پر سب کام اپنی اپنی جگہ چلتے رہیں اور یہ اجتماعی فرائض سب ادا ہوتے رہیں، مسلمان مردوں پر نماز جنازہ اور اس کی تدفین، مساجد کی تعمیر و نگرانی، جہاد، اسلامی سرحدوں کی حفاظت یہ سب اسی فرض کفایہ کے افراد ہیں کہ ان کی ذمہ داری تو پورے عالم کے مسلمانوں پر ہے مگر بقدر کفایت کچھ لوگ کر لیں تو دوسرے مسلمان بھی فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں، اسی فرض کفایہ کے سلسلہ کا ایک اہم کام دینی تعلیم ہے اس آیت میں خصوصیت سے اس کے فرض ہونے کا اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ جہاد جیسے اہم فرض میں بھی اس فرض کو چھوڑنا نہیں جس کی صورت یہ ہے کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جہاد کیلئے نکلے اور باقی لوگ علم دین حاصل کرنے میں لگیں، پھر یہ علم دین حاصل کر کے جہاد میں جانے والے مسلمانوں کو اور دوسرے لوگوں کو علم دین سکھائیں۔[20]

ج۔ فرض کفایہ: پورے قرآن مجید کے معانی و مسائل کو سمجھنا، تمام احادیث کو سمجھنا اور ان میں معتبر اور غیر کی پہچان پیدا کرنا، قرآن و سنت سے جو احکام و مسائل نکلتے ہیں ان سب کا علم حاصل کرنا، اس میں صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال و آثار سے واقف ہونا یہ اتنا بڑا کام ہے کہ پوری عمر اور سارا وقت اس میں خرچ کر کے بھی پورا حاصل ہونا آسان نہیں، اس لئے شریعت نے اس علم کو فرض کفایہ قرار دیا ہے، کہ بقدر ضرورت کچھ لوگ یہ سب علوم حاصل کر لیں تو باقی مسلمان سبکدوش ہو جائیں گے۔[21]

د۔ یہ آیت طلب علم کے وجوب میں اصل ہے اور یہ کہ کتاب اور سنت کا علم اور اس کی فقہ (سمجھ) حاصل کرنا فرض ہے اور یہ فرض عین نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر یہ واجب نہیں کیا کہ وہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کریں بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر یہ فرض کیا ہے اس لیے یہ فرض کفایہ ہے۔[22]

حصول تعلیم کے اعتبار سے دینی علم کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ سے مراد ہے کہ معاشرے میں ایک عمل اگر کچھ افراد ادا کریں تو باقی افراد سے وہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں بعض افراد دین میں رُسوخ، پختگی اور مہارت کا درجہ رکھتے ہوں۔ یعنی دینی مسائل میں اجتھاد کا درجہ رکھتے ہوں تا کہ عام لوگ دینی مسائل میں رُجوع کریں۔ کیونکہ تمام افراد اس قابل نہیں ہو سکتے کہ وہ دینی امور میں پختہ علم حاصل کریں بلکہ بعض افراد کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ دینی علم میں اجتہاد اور فتویٰ کا درجہ حاصل کریں۔ اسی طرح فرض کفایہ کا

یہ فریضہ باقی افراد کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ فرض کفایہ میں اہم چیز یہ ہے کہ کچھ کام اجتماعی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اس طرح کے کام جو کہ شخصی نہیں بلکہ اجتماعی ہوتے ہیں اور سب مسلمانوں پر ان کے پورا کرنے کی ذمہ داری ہوتی ہے، ایسے کاموں کو فرض کفایہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ جیسے نماز جنازہ ادا کرنا تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا مگر کچھ افراد اگر ادا کریں تو باقی افراد سے فریضہ ادا ہو جائے گا۔

2-علم کی اہمیت

ایک حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ[۲۳] (اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔)

اس حدیث میں دینی علم کی فضیلت اور اہمیت پر کلام کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دینی علوم حاصل کرتا ہے تو وہ گویا کہ ایک خوش نصیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ توفیق بخشی ہے کہ دینی علم کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کے قُرب کا مقام حاصل کرتا ہے اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ بھی اُسے دینی علم میں آسانی فرماتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے فہم و بصیرت کا ایسا ملکہ اسے عطا کرتے ہیں کہ زندگی کے تمام معاملات میں وہ شخص اللہ تعالیٰ کی روشنی اور رہنمائی سے دیکھتا ہے۔

الف۔ رفع درجات کا اصل ذریعہ ایمان اور علم ہے نہ یہ کہ کس کو مجلس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قریب بیٹھنے کا موقع ملا، اور کون زیادہ دیر تک آپ کے پاس بیٹھا۔ کوئی شخص اگر آپ کے قریب بیٹھ گیا ہو تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسے بڑا مرتبہ مل گیا۔ بڑا مرتبہ تو اسی کا رہے گا جس نے ایمان اور علم کی دولت زیادہ پائی ہے۔ اسی طرح کسی شخص نے اگر زیادہ دیر تک بیٹھ کر اللہ کے رسول کو تکلیف دی تو اس نے الٹا جہالت کا کام کیا۔ اس کے درجے میں محض یہ بات کوئی اضافہ نہ کر دے گی کہ اسے دیر تک آپ کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا۔ اس سے بدرجہا زیادہ بلند مرتبہ اللہ کے ہاں اس کا ہے جس نے آپ کی صحبت سے ایمان اور علم کا سرمایہ حاصل کیا اور وہ اخلاق سیکھے جو ایک مومن میں ہونے چاہئیں۔[۲۴]

رفع درجات میں دو چیزوں کا خلاصہ ذکر کیا گیا ہے کہ بلند مرتبہ کے لائق وہ افراد ہیں جن کے پاس ایک ایمان کی دولت ہو اور دوسرا علم سے آراستہ ہوں۔ ایسے افراد کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر اور بلند رُتبے ہیں۔

ب۔ کوئی مثال جب کسی کے سامنے رکھی جاتی ہے تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر اس کو خود اس کا ماضی و مستقبل دکھا دیا جائے۔ لیکن دوسروں کی مثال سے خود اپنے لیے سبق حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جن کے اندر عقل و علم کی روشنی موجود ہو۔ یہاں 'عالمون' سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی فطری صلاحیتیں زندہ اور جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ ہر واقعہ سے سبق حاصل کرتے ہیں جس سے درجہ بدرجہ ان کے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ برعکس اس کے جن کے اندر سبق آموزی و عبرت پذیری کی صلاحیت مردہ ہو جاتی ہے اور اول تو اس طرح کی چیزوں کی طرف دھیان ہی نہیں کرتے اس لیے کہ اس سے ان کی بے فکری میں خلل پڑتا ہے اور اگر کچھ توجہ کرتے بھی ہیں تو اس میں اپنے لیے کوئی درس تلاش نہیں کرتے بلکہ اس کو محض قصہ ماضی سمجھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی اصطلاح میں اصلی عام وہ لوگ نہیں ہیں جو اپنے اوپر کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہیں بلکہ عالم وہ ہیں جو آفاق و انفس کی نشانیوں پر غور کرنے والے اور ان سے صحیح سبق حاصل کرنے والے ہیں۔[۲۵]

علامہ امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لیے مثال اس لیے بیان کی جاتی ہے کہ تاکہ لوگ اس مثال میں خود اپنا مستقبل اور ماضی دیکھیں۔ مذکورہ مثال سے عبرت اور نصیحت حاصل کی جائے لیکن یہ نصیحت وہ حاصل کر سکتے ہیں جن کی فطری صلاحیتیں زندہ اور عقل

سے کام لینا جانتے ہوں۔ اس کے برعکس وہ افراد جن کی فطری صلاحیتیں مردہ ہو جاتی ہیں وہ دھیان نہیں کرتے اگر کبھی توجہ بھی کریں تو وہ ماضی کا قصہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنے لیے نصیحت تلاش نہیں کرتے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ عالم ہیں جو کہ کائنات میں پھیلی بہت ساری نشانیوں پر غور کرتے ہیں۔ اور اپنی زندگی کے لیے صحیح سبق حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ مسلمان کی تعلیم میں اہداف اور مقاصد کا تعین

الف۔ آیت میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے تفقہ فی الدین، کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں دین میں فہم و بصیرت حاصل کرنا اور تعلیم دینے کے لیے انذار کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ڈرانے، ہوشیار کرنے اور خاص طور پر آخرت کی زندگی کی تیاریوں کے لیے بیدار کرنے کے ہیں۔ یہ دونوں لفظ اسلام میں تعلیم کو جو اصل مقصد ہے، اس کے لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں۔ اسلام میں تعلیم و تعلم کا اصل مقصد دین میں بصیرت حاصل کرنا اور آخرت کی فلاح کے لیے اپنی اور دوسروں کی تربیت کرنا ہے۔ باقی چیزیں سب ثانوی حیثیت رکھتی ہیں اور اسی نصب العین کے تابع ہیں۔[۲۶]

اسلام میں تعلیم کا مقصد تفقہ اور نذار سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی تعلیم میں کون سے اہداف اور مقاصد کا تعین ہو گا؟ لٰہذا مسلمان کی تعلیم میں دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: ایک تعلیم سے بصیرت اور صحیح دینی فہم حاصل کیا جائے۔ دوسرا آخرت کی فلاح کے لیے اپنی اور بندگان خدا کی اصلاح کی جائے۔ مذکورہ بالا دو چیزوں کے علاوہ باقی تمام اشیاء ثانوی درجہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ب۔ ان لوگوں کے حصول علم کا مدعا صرف یہ ہونا چاہئے کہ وہ واپس آکر اپنے علم و عرفان کی شمع سے ہر گھر میں اجالا کر دیں۔ جہاں کہیں اعتقادی اور علمی تاریخی کا سراغ پائیں اپنے نور کا رخ ادھر موڑ دیں۔ اسلام نے علم اور اس کی ترویج کے لیے جتنا اہتمام فرمایا ہے قرآن کے صفحات اور احادیث کے دفاتر اس سے لبریز ہیں۔ اور انہیں ارشادات کی برکت تھی کہ عرب کے گنوار اور جاہل دیکھتے دیکھتے اقوام عالم کے امام بن گئے جہاں ان کی عظمت کا جھنڈا گڑا وہاں سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹ نکلے۔ کوہ و دمن میں جہاں کہیں وہ خیمہ زن ہوئے مسجد و مدرسہ کے بلند مینار معرفت کی تجلیاں بکھیرنے لگے۔[۲۷]

مسلمان کی تعلیم کا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ وہ علم کی شمع سے مزین ہو کر پھر معاشرے میں روشنی پھیلائیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ عرب معاشرہ میں جہالت پھیلی ہوئی تھی لیکن اسلام کے بدولت علم کو عام کیا گیا اور اسی علم کی وجہ سے مسلمان پوری دنیا میں امام بن گئے۔

ج۔ تعلیم عمومی کے جس انتظام کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے اس کا اصل مقصد عامۃ الناس کو محض خواندہ بنانا اور ان میں کتاب خوانی کی نوعیت کا علم پھیلانا نہ تھا بلکہ واضح طور پر اس کا مقصد حقیقی یہ متعین کیا گیا تھا کہ لوگوں میں دین کی سمجھ پیدا ہو اور ان کو اس حد تک ہوشیار و خبردار کر دیا جائے کہ وہ غیر مسلمانہ رویہ زندگی سے بچنے لگیں۔ یہ مسلمانوں کی تعلیم کا وہ مقصد ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرما دیا ہے اور ہر تعلیمی نظام کو اسی لحاظ سے جانچا جائے گا کہ وہ اس مقصد کو کہاں تک پورا کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام لوگوں میں نوشت و خواند اور کتاب خوانی اور دنیوی علوم کی واقفیت پھیلانا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام لوگوں میں ایسی تعلیم پھیلانا چاہتا ہے جو اوپر کے خط کشیدہ مقصد تک پہنچاتی ہو۔ ورنہ ایک ایک شخص اگر اپنے وقت کا آئن شائن اور فرائڈ ہو جائے لیکن دین کے فہم سے عاری اور غیر مسلمانہ رویہ زندگی

میں بھٹکا ہوا ہو تو اسلام ایسی تعلیم پر لعنت بھیجتا ہے۔[۲۸]

د۔ ایک مسلمان کی تعلیم میں دو عوامل بنیادی ہیں: ایک اسلام کا صحیح فہم ذہن میں راسخ کیا جائے۔ دوسرا مسلمان غیر مسلموں کے رویہ زندگی سے بچ جائے۔

مسلمان کی تعلیم میں نصاب کا تعین اس اعتبار سے اسلامی تعلیم کا نصاب دو خاص چیزوں پر مشتمل ہونا چاہیے:

۱۔ قرآن وسنت

۲۔ وہ علوم جو مدعو کی نسبت سے ضروری ہوں۔ مثلاً مخاطب کی زبان، اس کے طرز فکر اور اس کی نفسیات، وغیرہ۔[۲۹]

ایک مسلمان کی تعلیمی نصاب کا تعین کرتے وقت یہ خیال کیا جائے کہ قرآن وسنت کی تعلیم رکھی جائے۔ پھر اس کے علاوہ مخاطب کی زبان، طرز فکر اور اس کی نفسیات کا علم ہونا چاہیے۔

۴۔ تعلیم میں پختگی

الف۔ دین میں تفقہ حاصل کرنے کا مطلب اوامر ونواہی کا علم حاصل کرنا ہے تاکہ اوامر الٰہی کو بجالاسکے اور نواہی سے دامن کشاں رہے اور اپنی قوم کے اندر بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کافریضہ سرانجام دے۔[۳۰]

ب۔ اس آیت میں لفظ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ جو استعمال ہوا ہے اس سے بعد کے لوگوں میں ایک عجیب غلط فہمی پیدا ہوگئی جس کے زہریلے اثرات ایک مدت تک مسلمانوں کی مذہبی تعلیم بلکہ ان کی مذہبی زندگی پر بھی بری طرح چھائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تَفَقُّهُ فِي الدِّينِ کو تعلیم کا مقصود بتایا تھا جس کے معنی ہیں دین کو سمجھنا، اس کے نظام میں بصیرت حاصل کرنا، اس کے مزاج اور اس کی روح سے آشنا ہونا، اور اس قابل ہوجانا کہ فکر وعمل کے ہر گوشے اور زندگی کے ہر شعبے میں انسان یہ جان سکے کہ کونسا طریق فکر اور کونسا طرز عمل روح دین کے مطابق ہے۔ لیکن آگے چل کر جو قانونی علم اصطلاحاً فقہ کے نام سے موسوم ہوا اور جو رفتہ رفتہ اسلامی زندگی کی محض صورت (بمقابلہ روح) کا تفصیلی علم بن کر رہ گیا، لوگوں نے اشتراک لفظی کی بنا پر سمجھ لیا کہ بس یہی وہ چیز ہے جس کا حاصل کرنا حکم الٰہی کے مطابق تعلیم کا منتہائے مقصود ہے۔ حالانکہ وہ کل مقصود نہیں بلکہ محض ایک جزو مقصود تھا۔ اس عظیم الشان غلط فہمی سے جو نقصانات دین اور پیروان دین کو پہنچے ان کا جائزہ لینے کے لیے تو ایک کتاب کی وسعت درکار ہے۔ مگر یہاں ہم اس پر متنبہ کرنے کے لیے مختصراً اتنا اشارہ کیے دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کو جس چیز نے روح دین سے خالی کر کے محض جسم دین اور شکل دین کی تشریح پر مرتکز کر دیا، اور بالآخر جس چیز کی بدولت مسلمانوں کی زندگی میں ایک نری بے جان ظاہر داری، دین داری کی آخری منزل بن کر رہ گئی، وہ بڑی حد تک یہی غلط فہمی ہے۔[۳۱]

تفقہ سے مراد دین کا صحیح علم اور بصیرت حاصل کی جائے۔ تاکہ پتہ چل سکے کہ اسلام کو کون سا طرز فکر اور طرز حیات ہے؟۔ پھر مکمل نظام حیات کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالا جائے اور عمل خود عمل پیرا ہو کر فلاح حاصل کی جاسکتی ہے۔ لیکن بعض افراد نے تفقہ سے ظاہری مفہوم کے لحاظ سے فقط فقہ سمجھ لیا جو کہ کل مقصود نہیں بلکہ محض اس کا جزو مقصود تھا۔ حالانکہ یہ ایک غلط فہمی تھی جس کا مسلمانوں کو بھاری نقصان پہنچا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مسلمان کی زندگی میں روح دین پیوست نہ ہوسکا بلکہ اس کی جگہ ایک نری بے جان ظاہر داری، دین داری کی آخری منزل بن کر رہ گئی۔

۵۔ تمام فنون کے لیے ماہرین کی ضرورت

الف۔ نیز اس آیت کریمہ میں ایک اہم فائدہ کی طرف راہنمائی اور نہایت لطیف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مصالح عامہ میں سے ہر مصلحت کے لئے کچھ لوگوں کو تیار کریں جو ان مصالح کا انتظام کریں اور ان مصالح کے حصول کے لئے ہمہ وقت جدوجہد کریں اور

وہ دیگر امور کی طرف التفات نہ کریں، تاکہ ان مصالح کا اچھی طرح انتظام ہو، تاکہ مسلمانوں کے مفادات کی تکمیل ہو اور تمام مسلمانوں کا مقصد ایک ہو اور وہ ہے ان کے دین و دنیا کے مصالح کا قیام۔ اگرچہ راستے مختلف ہوں، مشرب متعدد ہوں، کام ایک دوسرے سے جدا ہوں، مگر مقصد ایک ہو۔ تمام امور میں یہ عام حکمت نافعہ ہے۔[۳۲]

تمام مسلمانوں کے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے خواہ وہ دنیوی ہوں یا اُخروی ہوں ان سب کے لیے متعدد لوگ تیار کیے جائیں جو کہ ہر شعبہ کے لیے علیحدہ افراد خاص کیے جائیں جو صرف اپنے فن میں ماہر ہوں۔ جب تمام شعبہ جات کے فن کے ماہرین رہنمائی کریں گے تو مسلمانون کے مفاد عامہ کی اچھے طریقہ سے حفاظت ہو جائے گی۔

ب۔ غزوہ تبوک کی ضرورت خاص تھی اس کے بعد آئندہ کے لیے مسلمانوں کو مستقل ہدایت دی جا رہی ہے کہ سارے مسلمان شہر خالی کر کے ہرگز یکبارگی نہ نکل کھڑے ہوا کریں بلکہ ہر ایک گروہ اور خاندان میں سے کچھ لوگ نکلیں اور کچھ لوگ شہر میں رہ جائیں جو پچھلے انتظامات کو چلاتے رہیں اور ایک آدمی اپنی ذمہ داری کا احساس کرے مطلب یہ ہے کہ ایک حصہ جہاد میں مصروف ہو اور دوسرا حصہ عام ملکی اور شہری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے شہر اور ملک ہی میں رہے اس طرح گویا ہدایت دی گئی کہ آئندہ ملٹری ڈیپارٹمنٹ اور سول ڈیپارٹمنٹ کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے اور انہی لوگوں میں سے کچھ لوگ تعلیم کے لیے الگ کر دیئے جائیں۔[۳۳]

اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے مقصود یہ ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک حصہ جنگ کے لیے بھیج دیں، ایک حصہ تعلیم کے لیے خاص کریں تاکہ وہ لوگوں میں تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیں۔ اس کے علاوہ افراد میں سے ایک حصہ ملکی معاملات کو چلانے کے لیے خاص کیا جائے۔ تاکہ وہ ملک میں تمام امور چلانے میں مصروف ہوں۔ جب مجاہدین جنگ سے واپس آئیں تو انہیں بھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جائے۔

۶۔ فرائض حکومت میں جہالت کو ختم کرنا

الف۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ اسلام عرب کے اکثر حصہ پر غالب آ چکا تھا۔ بدوی قبائل دھڑا دھڑ اسلام میں داخل ہو رہے تھے مگر ابھی تک ان کے نہ جاہلی نظریات ختم ہوئے تھے اور نہ دین کا ابھی حقیقی شعور پیدا ہوا تھا اس آیت میں علم کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اسلامی حکومت کا کام محض علاقے فتح کرنا نہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ لوگوں کی جہالت دور کرنا اور اسلامی نظریات کے مطابق ان کی تربیت کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا جہاد ضروری ہے ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم وہی کہلا سکتا ہے جس سے دین کی سمجھ بوجھ پیدا ہو اور ان سے دین کی تبلیغ و اشاعت میں کام لیا جا سکتا ہو۔ رہے دوسرے علوم تو وہ دنیا کی زندگی کے لیے خواہ کتنے ہی مفید کیوں نہ ہوں حقیقی علم نہیں کہلا سکتے۔ اس آیت کو خواہ جہاد پر نکلنے سے متعلق کیا جائے یا دین کا علم حاصل کرنے کے لیے نکلنے سے متعلق کیا جائے دونوں طرح درست ہے کیونکہ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے نکلنا بھی جہاد فی سبیل اللہ ہی کی ایک قسم ہے اور اسلامی نظام حیات کے قیام کے لیے یہ دونوں شعبے ہی نہایت اہم اور فرض کفایہ ہیں۔[۳۴]

ب۔ شریعت کا بنیادی اور ضروری علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے اور اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کو اسلامی احکام کا ضروری اور بنیادی علم حاصل کرنے میں مدد دے۔[۳۵]

اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کی جہالت ختم کرے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق لوگوں کی تربیت اور اصلاح کرے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقی علم دین کا علم ہے۔ باقی دوسرے علوم کی افادیت سے انکار نہیں ہے وہ بھی معاشرے کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔

نتائج بحث:

۱۔ حصول تعلیم کے اعتبار سے دینی علم کی پہلی قسم فرض عین ہے۔جیسے نماز کے متعلقہ مسائل کا سیکھنا فرض عین ہے۔اگر ایک مسلمان نماز کے مسائل کا علم نہیں رکھتا تو وہ گناہ گار ہے۔گویا کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے کہ سب سے پہلے عقائد صحیحہ کا علم حاصل کرے۔

۲۔ فرض کفایہ کی حقیقت بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو کام شخصی نہیں اجتماعی ہیں اور سب مسلمانوں پر ان کے پورا کرنے کی ذمہ داری ہے ان کو شریعت میں فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے، تاکہ تقسیم کار کے اصول پر سب کام اپنی اپنی جگہ چلتے رہیں اور یہ اجتماعی فرائض سب ادا ہوتے رہیں، مسلمان مردوں پر نماز جنازہ اور اس کی تدفین، مساجد کی تعمیر و نگرانی، جہاد، اسلامی سرحدوں کی حفاظت یہ سب اسی فرض کفایہ کے افراد ہیں کہ ان کی ذمہ داری تو پورے عالم کے مسلمانوں پر ہے مگر بقدر کفایت کچھ لوگ کرلیں تو دوسرے مسلمان بھی فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں،

۳۔ حصول تعلیم کے اعتبار سے دینی علم کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے۔فرض کفایہ سے مراد ہے کہ معاشرے میں ایک عمل اگر کچھ افراد ادا کریں تو باقی افراد سے وہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔اسلامی معاشرے میں بعض افراد دین میں رُسوخ، پختگی اور مہارت کا درجہ رکھتے ہوں۔یعنی دینی مسائل میں اجتھاد کا درجہ رکھتے ہوں تا کہ عام لوگ دینی مسائل میں رُجوع کریں۔کیونکہ تمام افراد اس قابل نہیں ہوسکتے کہ وہ دینی امور میں پختہ علم حاصل کریں بلکہ بعض افراد کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ دینی علم میں اجتہاد اور فتویٰ کا درجہ حاصل کریں۔اسی طرح فرض کفایہ کا یہ فریضہ باقی افراد کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

۴۔ تعلیم حاصل کرنے کے لیے تفقہ فی الدین، کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں دین میں فہم و بصیرت حاصل کرنا اور تعلیم دینے کے لیے انذار کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ڈرانے، ہوشیار کرنے اور خاص طور پر آخرت کی زندگی کی تیاریوں کے لیے بیدار کرنے کے ہیں۔یہ دونوں لفظ اسلام میں تعلیم کو جو اصل مقصد ہے، اس کے لحاظ سے استعمال ہوئے ہیں۔اسلام میں تعلیم و تعلم کا اصل مقصد دین میں بصیرت حاصل کرنا اور آخرت کی فلاح کے لیے اپنی اور دوسروں کی تربیت کرنا ہے۔باقی چیزیں سب ثانوی حیثیت رکھتی ہیں اور اسی نصب العین کے تابع ہیں۔

۵۔ تمام مسلمانوں کے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے خواہ وہ دنیوی ہوں یا اُخروی ہوں ان سب کے لیے متعدد لوگ تیار کیے جائیں جو کہ ہر شعبہ کے لیے علیحدہ افراد خاص کیے جائیں جو صرف اپنے فن میں ماہر ہوں۔جب تمام شعبہ جات کے فن کے ماہرین رہنمائی کریں گے تو مسلمانون کے مفاد عامہ کی اچھے طریقہ سے حفاظت ہو جائے گی۔

---

[۱] - طَلَبُ العِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (عِلم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد (و عورت) پر فرض ہے)-) شعب الإیمان، باب فی طلب العلم، الحدیث: ۱۶۶۵، ج ۲، ص ۲۵۴ -

[۲] - اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ (القرآن، ۱: ۹۶) (اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے سب کچھ بنایا۔)

[۳] - قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (القرآن: ۳۹:۹-) (ان سے پوچھو، کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟)

[۴] -اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (القرآن، ۳۵:۲۸۔) (حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔)

[۵] -ضیاء النبیَ، پیر کرم شاہ الازھری، ج ۳ ص ۳۹۶، ۳۹۵۔ ۱۴۱۵ھ۔۔ ناشر: ضیاء القران پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور۔

[۶] -ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث: ۲۲۹۔

[۷] -القرآن: ۳:۱۶۴-

---

[٨] -صفہ: مسجد کی ایک جانب ایک بڑا چبوترہ بنایا گیا۔ یہ جگہ نہ صرف اسلامی تعلیم کا مرکز تھی بلکہ غریب مسلمانوں کی جائے پناہ بھی تھی۔ جو مسلمان وہاں قیام پذیر تھے انھیں اصحاب صفہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو ھریرہ جن سے کثیر تعداد میں حدیثیں روایت کی گئی ہیں اصحاب صفہ ہی میں سے تھے۔ دیکھیے: سیرت خاتم النبیین، ڈاکٹر ماجد علی خان، ص: ۱۵۹، ۱۵۸۔ اهتمام: دار النوادر، مطبع: میٹروپرنٹرز، لاہور۔

[٩] -امام غزالی، احیاء علوم الدین، ج ا ص ۳۱-۳۴۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور۔

[١٠] -فرض عین اور فرض کفایہ کی وضاحت آگے مستقل عنوان کے تحت ذکر کی گئی ہے۔

[١١] -القرآن، ۱۹: ۴۷-

[١٢] -القرآن، ۱۹: ۴۷-انوار القرآن ڈاکٹر ملک غلام مرتضی

[١٣] -باب: اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ، ج ا ص ۲۴۔

[14] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹۔ غلام رسول سعیدی، تفسیر تبیان القرآن، ناشر: فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، ۱۴۲۶ھ۔ ۲۰۰۵ء۔، ۵/ ۲۹۳۔

[15] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹۔ محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ناشر: ادارہ المعارف دارالعلوم کراچی، ۱۴۱۰ھ۔ ۱۹۸۹ء، ۴/ ۴۸۹۔-

[16]. القرآن، ۱۲۲: ۹۔ ثناء اللہ پانی پتی، مترجم، عبد الدائم جلالی، تفسیر مظہری، ناشر: دار الاشاعت اردو بازار کراچی، ۱۹۹۹ء، ۵/ ۲۹۲-

[17]. ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات تعلیم، ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی، طبع اول، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۱۲-

[18] القرآن، ۱۲۲: ۹۔

[19] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹۔ غلام رسول سعیدی، تفسیر تبیان القرآن، ۵/ ۲۹۲۔

[20] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹۔ محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ۴/ ۴۸۸۔

[21] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹۔ محمد شفیع، تفسیر معارف القرآن، ۴/ ۴۹۰۔

[22] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹۔ غلام رسول سعیدی، تفسیر تبیان القرآن، ۵/ ۲۹۲۔

[23] ۔ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم، قبل القول والعمل، حدیث ۶۷، ناشر: دار الغد الجدید، القاھرہ، ۱۴۳۴ھ۔ ۲۰۱۳ء، ص ۴۹۔

[24] ۔القرآن، ۱۱: ۵۸۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۵/ ۳۶۲۔

[25] ۔القرآن، ۴۳: ۲۹۔ اصلاحی، امین احسن، تفسیر تدبر القرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۲۰۰۱ء، ۶/ ۵۰، ۴۹۔

[٢٦] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹۔ اصلاحی، امین احسن، تفسیر تدبر القرآن، ۳/ ۶۶۲۔

[٢٧] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹۔، ازھری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ناشر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ، ۲/ ۲۶۶۔

[٢٨] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹، مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن-۲/ ۲۵۱۔

[٢٩] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹، وحید الدین خان، تذکیر القرآن، دار التذکیر رحمان مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷ء ۲/ ۵۱۲-

[٣٠] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹-مفسر صلاح الدین یوسف، تفسیر مکہ، ناشر: مجمع الملک لطباعۃ المصحف الشریف المدینہ المنورہ، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس سعودیہ عربیہ۔ ص ۵۵۶۔

[٣١] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹، مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ۲/ ۲۵۲، ۲۵۱۔۔

[٣٢] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹-ابو عبد اللہ عبد الرحمان بن ناصر سعدی، تیسیر الکریم الرحمان فی تفسیر کلام المنان، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ لبنان۔ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۹ء، ص ۴۰۵۔

[٣٣] ۔عبد الکریم اثری، تفسیر عروۃ الوثقی، ناشر، مکتبہ الاثریہ جناح اسٹریٹ گجرات، جولائی ۱۹۹۶ء، ۴/ ۳۱۷۔

[٣٤] ۔القرآن، ۱۲۲: ۹-عبد الرحمان کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، ناشر، مکتبہ السلام، اسٹریٹ نمبر ۲۰، وسن پورہ لاہور، ۲/ ۲۷۳-

[٣٥] ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات تعلیم، ص ۱۶۲، ۱۶۱۔